دعوت و تبلیغ میں انذار "خوف دلانا" کی حکمت و مصلحت: قرآن و سنت کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Philosophy behind admonishment in preaching, A Scholastic Survey in light of Quran and Sunnah

محمد زبیر[i] محمد ایاز[ii]

Abstract

Allah Almighty is the creator of the whole universe. He sent His messengers from time to time to guide the people on the right path. The chain of prophets came to an end on the last prophet Muhammad PBUH. To test the human beings Allah has put the capacity of doing well or bad on their own will and has provided the opportunity of both. Duties of the prophets were to enjoin the people to do well and to prevent them from doing bad.

They would give good news to their respective nation on following the dictates of Allah almighty, such as forgiveness, calm & serene life, forever entrance to paradise where each desire and lust will be carried out. Similarly they used to warn them about the dire consequences on account of disobedience such as restlessness, disaster & catastrophe and finally the fire of hell etc. but this warning and admonish were the outcome of their well-wishing, mercy upon their respective nation, based on precautionary measures.

When any calamity and destruction occurs due to disobedience, then it is very difficult to protect humans. No one can challenge, stop or divert natural disaster, caused by the rebellion of human. Preventing and warning in advance is advisable. As the prophets were taught through revelation, so they were far more fore sighted and due to their soft and sympathetic nature they used to warn in advance, that is why they were called Nazir, the one who warns.

The given article critically discusses that to help humanity in the catastrophe and calamities is a great deed, but to save humanity from involving in all those activities which result in catastrophe and destruction is greater work. In fact it denotes, more foresightedness, of the prophets and their feelings and desires of eternal salvation for their respective Ummah.

***Key words**: Admonishment, Creator, Precautionary measures*

---

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

اللہ تعالیٰ جیسے انسانوں اور دیگر مخلوقات کے خالق ہیں ویسے ہی حالات کے بھی خالق ہیں۔ حالات خود بخود رونما نہیں ہوتے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ ہی لاتے ہیں لیکن حالات لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ضابطہ مقرر کیا ہے۔ جب انسان کا عمل اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق ہو تو اس پر حالات بھی اس کی طبیعت کے موافق آتے ہیں۔ لیکن جب انسانی عمل خدائی احکام کے مخالف ہو جاتے ہیں تو دنیا میں ان پر حالات طبیعت کے مخالف آتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

" ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ[1]"

"ظاہر ہو گیا بگاڑ جنگل میں اور بستی میں بسبب ان اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں۔"

نیز یہ بھی ارشاد ہے:

"وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ[2]"

"یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

"ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ[3]"

"یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے ذاتی حالات کو بدل ڈالیں اور اللہ تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے نیک بندوں کو بھی مشکلات و مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ ان کے لئے عذاب نہیں ہوتا بلکہ آزمائش وابتلاء ہوتا ہے جو کہ ترقی اور رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ بہر حال انبیاء علیہم السلام کو ہر دور میں انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا کہ وہ اپنی اپنی متعلقہ امت کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر دنیا میں پاکیزہ زندگی، امن وعافیت، قبر جنت کا باغیچہ اور آخرت میں دائمی کامیابیاں، خوشیاں اور اعلیٰ پیمانے پر خواہشات کے تکمیل کی خوشخبری سنائے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر دنیا میں تنگی وبے چینی اور برزخ وآخرت کی دائمی ناکامی اور عذاب الیم سے متنبہ کریں اور ڈرائیں گویا انبیاء علیہم السلام بشیر اور نذیر ہوتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کے انذار اور اس کی حکمت پر بحث ہو گی۔ جس میں دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قدرتی آفات وحادثات سے نمٹنے کے دیگر ذرائع کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کا پیشگی متنبہ کرنا زیادہ مؤثر، دوراندیشی پر مبنی اور عامۃ الناس کے دنیوی واخروی دونوں فوائد پر مشتمل ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے:

"انذار سے مراد ایسا ڈرانا ہے جو شفقت ورحمت کی بناء پر ہو، جیسے اولاد کو آگ سے، سانپ بچھو وغیرہ سے ڈرایا جاتا ہے۔ اس لئے ڈاکو، چور اور ظالم کے ڈرانے دھمکانے کو انذار نہیں کہتے اور نہ ہی ان لوگوں کو نذیر کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو خصوصیت سے نذیر کا لقب دیا جاتا ہے۔ کہ وہ از راہ شفقت آئندہ والے مصائب سے ڈراتے ہیں[4]۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَلَكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ[5]"

"لیکن (یہ خبریں جو دی جا رہی ہیں) تمہارے رب کی طرف سے رحمت کی بنا پر ہیں تاکہ تم ان لوگوں کو متنبہ کرو جن کے پاس کوئی متنبہ کرنے والا تم سے پہلے نہیں آیا شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

نبی اور آفات و حادثات سے نمٹنے والے دیگر افراد میں یہ فرق ہوتا ہے کہ نبی پہلے سے آگاہ کرتا ہے۔ تاکہ مصائب و آلام سے سابقہ ہی نہ پڑے اور دائمی کامیابی بھی ملے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ يَاقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ[6]"

"یقیناً ہم نے نوحؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا اس کی قوم کی طرف (اس ہدایت کے ساتھ) کہ ڈراؤ اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے کہا انہوں نے، اے میری قوم! یقیناً میں تمہارے لیے صاف صاف متنبہ کرنے والا ہوں۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ[7]"

"(نوحؑ نے کہا) یقیناً میں ہوں تمہارے لیے خبردار کرنے والا، صاف صاف۔"

نیز یہ بھی ارشاد ہے:

"إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ[8]"

"نہیں ہے وہ مگر تم کو متنبہ کرنے والا ایک عذاب شدید سے، اس کی آمد سے پہلے۔"

لہٰذا جو لوگ پہلے متنبہ ہو کر سنبھل گئے اور سدھر گئے تو وہ پانی کے اوپر بھی مکمل طور پر محفوظ اور بے خطر رہے لیکن تکذیب کرنے والے پہاڑ کے اوپر بھی نہ بچ سکے۔ قومِ نوح کی تباہی کے بارے میں ارشاد ہے:

"فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ[9] "

"سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور ان کو جو ان کے ساتھ کشتی مین تھے، بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔"

اس کے برعکس امدادی کاروائی کرنے والے عذاب و حادثات کے بعد متحرک ہو جاتے ہیں لیکن اصل فائدہ نذیر کی بات پر یقین کرنے اور ماننے کا ہے اور یہی عقل مندی اور دور اندیشی ہے۔ قرآن گواہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انذار کو جھٹلانے والے اور ان کا مذاق اڑانے والے جب گناہوں کی پاداش میں اخروی عذاب سے دوچار ہوں گے تو ان کا پرسان حال والا کوئی نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ[10]"

"جب بھی اس (جہنم) میں گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے جہنم کے داروغہ پوچھیں گے، کہ تمہارے پاس کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں، بے شک ہمارے پاس متنبہ کرنے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا، نہیں نازل کیا اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی، نہیں ہو تم مگر بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے۔"

گویا ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے نذیر بھیجے۔ارشاد ہوتا ہے:

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ[11]"

"ہم نے ہی آپ کو حق دیکر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔"

لیکن عموماً لوگوں کا انکار و تکذیب ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

" وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ[12] "

"اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی متنبہ کرنے والا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا؛ بلاشبہ ہم ان (باتوں) کے جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے، منکر ہیں۔"

حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور قوم سبا کی طرف بھیجئے ہوئے انبیاء علیہم السلام نے انذار کیا۔ لیکن جنہوں نے جھٹلایا تو وہ عذاب الیم کا شکار ہو گئے اور آفت زدہ علاقوں میں امدادی کاروائیاں مردگان کے لئے ذرہ برابر بھی مفید و کارآمد نہیں ہوئیں۔مثلاً قرآن میں ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ[13]"

"اور سناؤ انہیں قصہ عاد کے بھائی (ھود) کا جب اس نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں متنبہ کیا جب گزر چکے تھے متنبہ کرنے والے ان سے پہلے بھی اور (آتے رہے) اس کے بعد بھی کہ نہ عبادت کرو تم کسی کی سوائے اللہ کے۔مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ ہے ایک ہولناک دن کے عذاب کا۔"

پھر انجام کیا ہوا؟ قرآن میں ارشاد ہے:

"فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ[14]"

"غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی، جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔"

اسی طرح صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو متنبہ کیا لیکن ان کی ہلاکت کا سبب بھی تنبیہات کا جھٹلانا تھا، ارشاد ہے:

"كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ[15]"

"جھٹلایا تھا ثمود نے تنبیہات کو۔"

تعلیمات نبویہ کو ماننے کے بجائے انہوں نے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے۔انہوں نے یہ خیال کیا کہ قوم نوح کو پانی نے غرق کیا۔اکثریت میں ہونے کے باوجود ان کے پاس سیلاب سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔اور قوم عاد اگرچہ جسمانی طور پر بڑے طاقتور تھے لیکن عقلی طور پر کچھ نہیں تھے۔ان کے پاس بھی ہوا سے نمٹنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔گویا دونوں پاس قدرتی آفات سے نمٹنے کا کوئی سامان نہ کر سکے۔لہذا ہم پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اور خراش تراش کر کے ایسے گھر بنائیں گے جو واٹر پروف (*Water Proof*) اور ایئر پروف (*Air Proof*) ہو، یعنی اس پر پانی اور ہوا اثر انداز نہ ہو سکے۔حقیقت یہ ہے کہ جب بھی انسانیت وحی والے علوم اور نبوی تعلیمات سے ہٹ کر محض اپنی

عقل کی بنیاد پر سوچتی ہے تو ان کی سوچ بالکل ایسی ہوتی ہے جیسا کہ قوم ثمود نے سوچا۔ لیکن تکذیب کے سبب ان کا انجام بھی پچھلوں کی طرح ہوا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ[16]"

"پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔"

انبیاء علیہم السلام چونکہ امت پر انتہائی درجہ شفیق ہوتے ہیں۔ قرآن گواہ ہے کہ ان کے یہ تنبیہات اپنی ذاتی شہرت، دنیاوی حرص و لالچ یا کسی معاوضے کی بنیاد پر نہیں ہوتیں بلکہ خیر خواہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ[17]"

"اس وقت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے، اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہی کو پسند نہیں کرتے۔"

اسی طرح قوم لوط نے بھی تعلیمات نبویہ کی تکذیب کی، ارشاد ہے:

" وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ[18]"

"سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی تھی میری تنبیہ۔"

ان کی سزا کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

"وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ[19]"

"اور ہم نے ان پر خاص طرح کا مینہ برسایا پس دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟۔"

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی قوم کو نافرمانی کرنے پر بھیانک انجام سے ڈرایا، لیکن مال و دولت کے نشے میں مست قوم بالکل نہ مانی۔ لہذا ان کا انجام بھی پچھلوں کی طرح ہوا۔ ارشاد ہے:

"فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ[20]"

"پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔"

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی خیر خواہی چاہی۔ اس کے پاس بھی ہلاکت سے پہلے پہلے کئی تنبیہات آ چکی تھیں، قرآن گواہ ہے:

"وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ[21]"

"اور بے شک آئی تھیں آل فرعون کے پاس بھی بہت سی تنبیہات۔"

ان تنبیہات کے بارے میں قرآن گویا ہے:

" فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ [22]"

"پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون، کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔"

لیکن ان سب تنبیہات پر وہ نہیں سدھرے۔ لہذا عذاب الہیٰ میں دائمی طور پر گرفتار ہو گئے۔ قرآن گواہ ہے:

"فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ[23] "

"پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا، اسی سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی غفلت کرتے تھے۔"

لہذا سلسلہ انبیاء علیہم السلام کے آخر میں حضرت محمد ﷺ کو بھی انذار و تبشیر کا کام دیکر بھیجا اور فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُقُمْ فَأَنْذِرْ[24]"

"اے اوڑھ لیٹ کر لیٹنے والے اٹھو اور خبر دار کرو۔"

اور آپ ﷺ کی امت کو بھی آگاہ کر دیا :

" هَذَا نَذِيرٌ مِنَ النُّذُرِ الْأُولَى[25]"

"یہ (محمد ﷺ) بھی متنبہ کرنے والے ہیں، پہلے متنبہ کرنے والوں کی طرح۔"

لیکن آپ ﷺ کا انذار محض ایک قوم کے لئے نہیں، بلکہ پورے عالم کے لئے ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا[26]"

"بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر الفرقان نازل فرمایا تاکہ ہو وہ پورے جہاں والوں کے لئے خبر دار کرنے والا۔"

آپ ﷺ کے زبانِ مبارک سے بھی امت کو کہلوادیا، ارشاد خداندی ہے:

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ[27]"

"کہہ دو (اے نبی ﷺ) اے لوگوں در حقیقت میں تو بس تمہیں خبر دار کرنے والا ہوں، واضح طور پر۔"

لہذا آپ ﷺ نے بھی اپنی امت کو پہلے سے متنبہ فرمایا:

"عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو جاؤ، اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان میں مبتلا ہو، تو بڑی آفات میں پھنس جاؤ۔ ایک تو یہ ہے کہ فحش بدکاری جس قوم میں بھی کھلم کھلا، علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں ایسی نئی نئی بیماریاں پیدا ہوں گی جو پہلے کبھی سننے میں نہ آئی ہوں اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے، ان پر قحط اور مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط ہو جائے گا اور جو قوم زکوۃ کو روک لے گی ان پر بارش روک دی جائے گی اگر جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی بارش نہ ہو اور جو لوگ معاہدوں کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دوسری قوموں کا تسلط ہو جائے گا اور ان کے مال و متاع لوٹ لیں گے اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم جاری کریں گے ان میں خانہ جنگی ہو جائے گی۔[28] "

حاصل یہ ہوا کہ انذار کے باوجود نافرمانی کرنے پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو تیز و تند ہوا سے ہلاک کیا، کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی کو خشکی میں دھنسایا، کسی کو فرشتے کی چیخ سے ہلاک کیا، کسی پر بستی الٹ دی، اور کسی کو زلزلہ نے آدبوچا اور یہ سب کچھ انسانوں کے کفر و شرک، بداعمالیوں اور گناہوں کے بدولت ہوا۔ اور اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

"وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ[29]"

"اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ظلم کرتے لیکن وہ تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔"

ظاہر ہے کہ ان واقعات سے قرآن ہمیں دعوت دے رہا کہ ہم گذشتہ اقوام کے انجام سے سبق حاصل کر کے ان غلطیوں کو نہ دہرائے۔ جن سے وہ لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن کوئی قصہ کہانی یا تاریخ کی کتاب تو نہیں بلکہ یہ تو کتاب ہدایت ہے۔

عذاب الہیٰ کے بعد زلزلہ زدگان، سیلاب زدگان کے لئے کھانے، محفوظ رہائش، صحت اور علاج کی مد میں امدادی کاروائیاں اپنے طور پر صحیح تو ہیں کہ تباہ شدہ افراد و اقوام کی وقتی امداد ہو سکے گی۔ البتہ دور اندیشی اور عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ فرمانبردار رہے تاکہ قدرتی آفات و آلام سے محفوظ رہے اور نافرمانی کی صورت میں توبہ کر کے اس رب کا فرمان بردار ہو کر رہے جو حالات بھیجنے والا ہے اور جس کی قدرت میں سارے جہان کا نظام ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر نافرمانی کے باعث عذاب آنے والا تھا۔ لیکن آپ علیہ السلام کی دعوت و ترغیب و فکر مندی پر امت توبہ کے لئے تیار ہوئی جس کی وجہ سے آیا ہوا عذاب اللہ تعالیٰ نے ٹال دیا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہاں لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ آخیر رات میں استغفار پڑھتے ہیں، مساجد کو آباد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں، تو عذاب کو موقوف کر دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ خشک سالی آ گئی جو کہ قحط سالی کا پیش خیمہ بن رہی تھی۔ آپ ﷺ نے صلوۃ استسقیٰ دعا پڑھی، جس پر اللہ تعالیٰ نے خوب بارش برسائی۔ جس سے فصلیں اور جانور خوب سیراب ہوئے۔ زیادہ بارش کے نقصان سے بچنے کے لئے بھی آپ ﷺ نے دعا مانگی اور بارش تھم گئی[30]۔

گناہ کی نحوست صرف انسان کو نہیں بلکہ اس کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے۔ وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں بہائم نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جبکہ قحط سخت ہوتا ہے اور بارش رک جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست سے ہے[31]۔

خلاصہ بحث

کسی مصیبت زدہ کی امداد اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا اپنی جگہ بہت بڑی بات ہے اور باعث اجر ہے۔ انسان چونکہ مادہ اور روح دونوں کا مرکب ہے لہذا مصائب و آفات سے بچنے کا ظاہری انتظام بھی ضروری ہے لیکن روحانی بیماریوں یعنی گناہوں اور نافرمانیوں کی بدولت نازل شدہ آفت اور گرفت کا مقابلہ کرنے اور ان کی روک تھام کے حوالے سے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ اس کی اپنی سکیمیں اور تمام منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس کی روک تھام سوائے اسکے اور کسی ذریعے سے نہیں ہو سکتی کہ اپنے تمام گناہوں پر دل سے ندامت کر کے توبہ کر لیں اور حالات بھیجنے والے کو راضی کر لیں، یعنی اس کے فرمانبردار بنیں۔ عصر حاضر میں ان گنت مسائل کے حل کرنے اور تکالیف و آلام کو دور کرنے کے لئے بے شمار جتن کیے جا رہے ہیں لیکن کوئی بھی خود ساختہ تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی وبال کسی گناہ کے نتیجے میں اتار دیں تو دنیا میں کون اسے ہٹا سکتا ہے۔ جو ضرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط ہو وہ تو اسی کے ہٹانے سے ہٹ سکتی ہے۔ اس نے مرض بھی بتادیا اور اس کا صحیح علاج بھی بتا دیا۔ اب اگر مرض کو زائل کرنا مقصود ہے تو صحیح علاج اختیار کرنا پڑے گا۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الروم ۳۰: ۴۱
2 سورۃ شوری ۲۶: ۳۰
3 سورۃ الانفال ۸: ۵۳
4 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ا: ۱۱۷، ادارہ المعارف کراچی، ۱۹۹۶ء
5 سورۃ القصص ۲۸: ۴۶
6 سورۃ نوح ۱۷: ۱- ۲
7 سورۃ ھود ۱۱: ۲۵
8 سورۃ سبا ۳۴: ۴۶
9 سورۃ الاعراف ۷: ۶۴
10 سورۃ الملک ۶۷: ۸-۹
11 سورۃ فاطر ۳۵: ۲۴
12 سورۃ سبا ۳۴: ۳۴
13 سورۃ الاحقاف ۴۶: ۲۱
14 سورۃ الاعراف ۷: ۷۲
15 سورۃ القمر ۵۴: ۲۳
16 سورۃ الاعراف ۷: ۷۸
17 سورۃ الاعراف ۷: ۷۹
18 سورۃ القمر ۵۴: ۳۶
19 سورۃ الاعراف ۷: ۸۴
20 سورۃ الاعراف ۷: ۹۱
21 سورۃ القمر ۵۳: ۴۱
22 سورۃ الاعراف ۷: ۱۳۳
23 سورۃ الاعراف ۷: ۱۳۶
24 سورۃ المدثر ۷۴: ۱- ۲
25 سورۃ النجم ۵۳: ۵۶
26 سورۃ الفرقان ۲۵: ۱

27 سورۃ الحج ۲۲: ۴۹

28 سنن ابن ماجۃ کتاب الفتن (۳۶) باب العقوبات (۲۲) حدیث نمبر: ۴۰۱۹ دار الرسالہ العالمیہ بیروت ۲۰۰۹

29 سورۃ العنکبوت ۲۹: ۴۰

30 صحیح بخاری کتاب ابواب الاستسقاء (۱۵) باب الاستسقاء (5) حدیث: ۱۰۱۳ دار طوق النجاۃ بیروت سن ندارد

31 مولانا اشرف علی تھانویؒ، جزاء الاعمال: ۹، کتب خانہ فیضی لاہور (س-ن)